غلب الحرام' (جب حلال اور حرام (کسی شرعی مسئلے میں ایک ساتھ) جمع ہوجائیں تو حرام کو ترجیح حاصل ہوگی)۔ انھوں نے حلّت پر دلالت کرنے والا واقعہ تو نقل کردیا، مگر نہ تو ان روایات کا تذکرہ کیا جن میں صراحت کے ساتھ ممانعت آئی ہے اور نہ حلّت والی روایت پر محدثین نے جو کلام کیا ہے اس سے تعرّض کیا۔ فاضل گرامی نے حضرت براء بن عازبؓ کو خزرجی لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے، وہ اوسی ہیں۔ دیکھیے اسد الغابۃ لابن الاثیر، ۱/ ۲۰۵، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ۔) البتہ ایک دوسرے صحابی حضرت براء بن مالکؓ خزرجی ہیں جو حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی تھے۔ (حوالہ بالا، ص ۲۰۶)

بعض اور بھی چھوٹی موٹی باتیں توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اوقاتِ نماز کے بعد خاص نماز کی سنتوں کے زیرعنوان سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تکبیر تحریمہ بالاتفاق فرض ہے۔ یہاں تکبیر تحریمہ کے بجائے 'رفع یدین' کا لفظ استعمال کیا جانا مناسب تھا۔ اقامت کے سلسلے میں بھی مختلف اقوال رسول ہیں۔ اُن کا بھی تذکرہ مناسب تھا، مگر نہ معلوم کیوں مصنف محترم نے اس مسئلے کو نظر انداز کردیا۔ مولانا محمد یوسف بنّوریؒ کی شرح سنن ترمذی کا نام معارف السنن اور علامہ خطابیؒ کی شرح سنن ابی داؤد کا نام معالم السنن ہے۔ ص ۳۰ پر دونوں کتابوں کے حوالے مذکور ہیں۔ مگر ص ۱۰۲ پر غلطی سے مولانا بنوری کی شرح کا نام معالم السنن درج ہوگیا ہے۔

اس طرح کی بعض تحقیق طلب باتوں کے باوجود یہ کتاب مختلف الخیال لوگوں کے درمیان پُل (bridge) کا کام دے سکتی ہے اور ایک دوسرے کو قبول اور گوارا کرنے کا جذبہ پیدا کرسکتی ہے۔

امید ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور کُھلے دل سے اس کا مطالعہ کیا جائے گا۔

(مجاہد شبیر احمد فلاحی)

تعمیر معاشرہ اور مساجد — مولانا امیر الدین مہر

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، صفحات: ۱۹۶، قیمت: ۶۵ روپے۔

مساجد کی حیثیت مسلم معاشرہ کے مرکز اور دین کے ترجمان کی ہے۔ یہیں سے

امت کو رشد و ہدایت کی روشنی ملتی اور حق و باطل کا علم ہوتا ہے۔ اسی کے منبر و محراب سے اللہ کا کلمہ بلند کیا جاتا اور شیاطین و دشمنان اسلام کی سازشوں سے بچنے کی تدابیر بتائی جاتی ہیں۔ خیر القرون میں مساجد کی امامت اور خلافت و سیادت کو ایک سمجھا جاتا تھا اور دونوں کے درمیان علاحدگی کا کوئی تصور نہ تھا۔ جب سے یہ رشتہ متاثر ہوا ہے، امت اجتماعی مرکزِ قیادت سے محروم ہوگئی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مساجد کے حقیقی کردار کو بحال کیا جائے اور انھیں اصلاح معاشرہ کا مرکز بنایا جائے۔ یہ ہے وہ مرکزی موضوع جس پر زیرنظر کتاب کے مباحث مبنی ہیں۔

یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ اولین دو ابواب (کتاب اللہ اور مسجد، رسول اللہ ﷺ اور مسجد) میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مسجد کے حقیقی کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرے باب کا عنوان ہے 'صحابہ کرامؓ اور مسجد'۔ اس میں تعمیر مساجد سے صحابہ کرامؓ کا شغف، خانۂ کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر میں اُن کا حصہ لینا، دن رات کے اکثر اوقات مسجد میں گزارنا، تعلیم و تعلم، ذکر و وعظ، جہاد کی تیاری، اہم فیصلوں کا اعلان مسجد میں ہونا اور عہدِ صحابہؓ میں مساجد کی تعمیر و توسیع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب چہارم (خیر القرون میں مساجد) میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی دعوت کا مرکز مسجد کو بنایا تھا۔ چنانچہ ہجرتِ مدینہ کے بعد آپؐ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد تعمیر کی۔ یہ مسجد مسلمانوں کے جملہ معاشرتی و معاشی اور سیاسی و سماجی معاملات کا مرکز تھی۔ نبی ﷺ کی نشست اور عدالت، وفود کا قیام، اصحاب صفہ کی رہائش، ذکر و تعلیم کے حلقے، زخمیوں کی مرہم پٹی، جہاد کی تیاری، رائے و مشورہ اور فقراء و مساکین کے لیے چندہ، غرض جملہ اجتماعی کام مسجد میں انجام پاتے تھے۔ بعد کے زمانے میں متعدد خلفا اور مشہور ائمہ مساجد ہی میں اپنے حلقہ ہائے درس قائم کرتے تھے۔ خیر القرون میں مساجد نماز اور ذکر و تلاوت کے علاوہ اصلاحی و رفاہی کاموں کا بھی مرکز ہوتی تھیں۔ ان میں شفا خانے اور کتب خانے وغیرہ کا بھی انتظام ہوتا تھا۔ باب پنجم میں بتایا گیا ہے کہ مساجد میں باجماعت نماز کی ادائی سے مسلمانوں میں تعلق باللہ، اطاعت کا جذبہ، ادائِ فرائض کی

تربیت، انشراح قلب، اجتماعی ومعاشرتی مسائل کا ادراک، منشیات ومکروہات سے پرہیز، نیز عوام سے رابطہ رکھنے کی صفات پروان چڑھنی چاہیے۔

باب ششم کا عنوان ہے 'دور حاضر میں مسجد کے حقیقی کردار کی بحالی'۔ اس باب میں فاضل مصنف نے بار بار زور دیا ہے کہ مسجد مسلمانوں کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کا مرکز ہے، اس لیے یہاں سے انھیں اِن معاملات میں رہنمائی ملنی چاہیے، اس کے بغیر تعمیر معاشرہ کا کام نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے مساجد میں خطبۂ جمعہ کے علاوہ دروس قرآن وحدیث، تعلیم بالغان اور خصوصی اجتماعات کا اہتمام کیا جائے۔ نیز اِن میں دارالمطالعہ، کتب خانہ، ابتدائی علاج معالجہ، تجہیز وتکفین، تصفیۂ تنازعات، نکاح خوانی، مہمان خانہ ومسافر خانہ اور دیگر رفاہی کاموں کا ایسا نظم کیا جائے کہ عوام از خود مسجد سے جڑ جائیں۔

باب ہفتم میں 'مساجد کی تعمیر اور ان کا انتظام' کے عنوان سے امام، مؤذن، متولی اور خدامِ مسجد کی اہمیت وشرائط، ان کی ذمہ داریوں اور حقوق، اور اذان ومسجد کے آداب وغیرہ کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ باب ہشتم (چند مساجد عالم) میں دنیا کی مشہور اور تاریخی مساجد کا مختصر تعارف ہے۔

کتاب کا آخری باب 'مسجد کے کردار کے خلاف کشمکش' بھی اہم ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے بیان کیا ہے کہ آج مساجد کا حقیقی کردار مفقود ہو چکا ہے، اب ان کی وہ مرکزیت باقی نہ رہی جو خیر القرون میں تھی۔ اس کے بنیادی طور پر دو اسباب بیان کیے ہیں، ایک بیرونی دوسرا اندرونی۔ بیرونی اسباب میں یہود، نصاریٰ، مشرکین، منافقین، کمیونسٹوں، سوشلسٹوں اور تاتاریوں کی اسلام دشمن کارروائیوں اور بالخصوص مساجد کی پامالی اور بے حرمتی، اور اندرونی اسباب میں خود مسلمانوں کی مساجد سے بے توجہی، بے جا مصنوعی تقدس، مساجد کو صرف نمازوں تک محدود کردینا اور امام وموذن کا معاشرہ کے بے اثر طبقے سے ہونا شمار کرایا ہے۔

مصنف کتاب مولانا امیر الدین مہر کی مسجد سے وابستگی بہت قدیم اور گہری ہے۔ تقریباً پچاس سال تک وہ امامت و خطابت اور درس و تدریس سے متعلق رہے ہیں۔

ان دنوں دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس سے قبل آپ کی ایک مختصر کتاب 'دعوت وتبلیغ میں مسجد کا کردار' متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔

پیشِ نظر کتاب کافی تحقیق ومطالعہ کے بعد لکھی گئی ہے، لیکن مصنف نے اکثر مقامات پر کتب مراجع خصوصاً کتب احادیث کا صرف نام دیا ہے، مکمل حوالہ نہیں دیا ہے۔ اگر حوالہ کا عصری طریقہ اختیار کیا جاتا تو کتاب کی اہمیت واستناد میں اضافہ ہوتا۔ ص ۵۵ تا ۵۶ پر انھوں نے اسد الغابہ سے حضرت بلالؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وفات نبوی کے بعد وہ شام چلے گئے تھے۔ پانچ چھ سال بعد ایک مرتبہ وہاں سے مدینہ آئے تو صحابہؓ کی فرمائش پر ایک دن فجر کی اذان دی۔ ان کی اذان سن کر اہلِ مدینہ میں کھلبلی مچ گئی، یہاں تک کہ عورتیں تک گھروں سے نکل پڑیں اور گریہ وبکا کرنے لگیں۔ تحقیقی اعتبار سے یہ واقعہ ثابت نہیں ہے۔ مشہور محدث اور سیرت نگار حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت بلالؓ کے تذکرہ میں اس واقعہ کو بیان کرکے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ، حافظ ابن کثیر، دار الریان للتراث، مصر ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ۷/۱۰۴)

ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ: ''ابتدا میں امام خطبۂ جمعہ کے وقت ایک ہاتھ میں تلوار تھامے رکھتا تھا'' (ص ۸۰)۔ یہ خیال محتاج ثبوت ہے۔ امام ابن قیمؒ اس کی نکیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''نبی ﷺ سے ہاتھ میں صرف عصا یا قوس لے کر خطبہ دینا ثابت ہے۔ خطبۂ جمعہ کی حالت میں تلوار ساتھ رکھنے کی بات جہلاء کا من گھڑت خیال ہے، جو صحیح نہیں''۔ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، جلد ۱، ص ۱۸۹-۱۹۰)

اس طرح کی بعض تحقیق طلب بحثوں سے قطع نظر فاضل مصنف کی یہ علمی کاوش قابل تحسین ہے۔ کتاب اس لائق ہے کہ اسے مساجد کے ائمہ، موذنین اور متولی حضرات تک پہونچایا جائے اور زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت ہو۔ اصلاح معاشرہ اور دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے بھی یہ مفید ہے۔

(سراج احمد برکت اللہ فلاحی)